بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(۱)

یہ زمانۂ حج ہے۔ حاجیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ بڑی مبارک بات ہے—
اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ—لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔

مگر حج پر جانے والوں میں سے نہ جانے کتنے ہی ہوں گے جن کی کمائیوں اور مصارف کے لیے کوئی ضوابط و حدود نہیں ہیں۔ کتنے ہی ہوں گے جنہوں نے فاقہ مست پڑوسیوں یا بیمار قرابت داروں کا کبھی حق ادا نہ کیا ہوگا۔ کتنے اور ایسے ہو سکتے ہیں جنہوں نے دوسروں کے قرضوں اور امانتوں کی ادائیگی کی فکر نہ کی ہوگی۔ کتنے ایسے نکلیں گے کہ جن کے ہاتھ، زبان، قلم، مال اور عہدے سے دوسروں پر زیادتیاں ہوئی ہوں گی، مگر ضروری نہیں کہ انہوں نے ایسے مظلوموں سے معافی مانگی ہو۔ رواجاً بہت سے لوگ حج سے پہلے اعزہ و اقربا سے معافی مانگتے ہیں، مگر بالعموم یہ معافی انہی سے مانگی جاتی ہے جن کو کوئی حقیقی شکایت نہیں ہوتی اور جن کے رابطہائے محبت برقرار ہوتے ہیں، لیکن جن لوگوں سے اصل مناقشے ہوتے ہیں، عازمینِ حج ان کے قریب نہیں پھٹکتے۔ گویا وہ اپنے عمل سے یہ کہتے ہیں کہ تم ہم سے شاکی اور بے تعلق ہو گئے ہو تو ہوئے رہو، ہم تو چلے ہیں سیدھے اللہ میاں سے میل جول کے لیے، حالانکہ ستم رسیدگان خاموش کی طرف سے قانونِ الٰہی یہ کہتا ہے کہ تم اگر ہمارے بندوں سے بات نہ بنا سکے تو ہم سے کیا امید؟ لوگوں سے ہتیائی ہوئی زمینیں، رشوت میں حاصل کردہ آمدنیاں، خیانت کے درختوں سے اترنے والا دولت کا پھل، شریعت میں اپنے ناقص علم سے اجتہاد کے نام پر رخنہ اندازیاں، جھوٹ کے زور سے جیتا اور جتوائے ہوئے مقدمات، وحدتِ دین کے خلاف فرقہ بازیاں، وحدتِ وطن کے خلاف نسل و زبان

کی علمبرداریاں، گھروں سے خود اپنے نظریات کے تحت اسلامی قانونِ حجاب کے خلاف برپا کردہ لغاوت
شہوت انگیز آرائشوں کو جان بوجھ کر نمایاں کرنا، نگاہوں کی چوریاں، خیالوں کی بے عصمتی، دلوں
کے اندر تقویٰ وخشیت کے دیوں کی رحم طلب ٹمٹماہٹ اور ذرا سی بقیہ لَو کے گرد دھوؤں کے
جال، دشمنِ اسلام نظریات کی فداکاری، غیر اسلامی تہذیبوں کے ناپاک مظاہر کی اندھی پرستش، یہ
سب کچھ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے، بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔ بلاشبہ حاجی ایسے بھی ہیں جو خود بھی اور ان کے
گھرانے بھی ان بدبلاؤں سے پاک ہیں اور ایسے حاجیوں کے قدموں کی دھول کو سرمۂ چشم بنانا باعث
سعادت ہے۔ مگر جو دوسری قسم ہے، اس کی بس یہ بات قابلِ قدر ہے کہ حالات جو کچھ بھی ہوں
ان کے اندر حج کی تمنا موجزن رہتی ہے اور موقع ملتے ہی وہ بے تابانہ وار حرم پاک کی طرف
لپکتے ہیں۔

مگر ستم یہ ہے کہ اچھی قسم کے اہلِ دل کو چھوڑ کر بقیہ تعداد جن مشاغل کو جس طرح جس جگہ چھوڑ کے
جاتی ہے، واپس آکر انہی میں سے دوبارہ کام میں مگن ہو جاتی ہے۔ ورنہ اگر ہر سال حج کرنے والے
کئی کئی ہزار حاجی یہ سمجھ کر حج کرتے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کی میلی کچیلی کینچلی کو بالکل اُتار کر ایک
نئی خداپرستانہ اور پابندِ اخلاق زندگی کا آغاز کر رہے ہیں تو ان میں سے ایک ایک فرد کو اس
کے اعماق میں تازہ کی رُوحِ مضطر ایک طوفانِ حرکت بنا دیتی اور وہ اپنے گھر اور خاندان سے
لے کر ہر ملنے والے تک خدا کے دین کا پیغام پہنچا کر نیکی کی ایک تحریک برپا کر دیتا اور فسق و فجور
اور منکرات و فواحش اور بدعات و رسمیات کے خلاف ہر طرف ایک لہر اُٹھا دیتا۔

ہماری دُعا ہے کہ وہ تمام حاجی جو حرمین کی زیارت کو گئے ہیں، واپس آکر اطاعتِ دین،
غلبۂ حق، وحدتِ ملت، خدمتِ انسانیت اور ہمدردئ غربا میں منہمک ہو جائیں اور انسدادِ مفاسد
کے لیے ہمہ تن مصروفِ جدوجہد ہو کر ان ساری کمیوں کی تلافی کر دیں جن کا ہم نے اُوپر محض دردمندی
سے (نہ کہ معترضانہ طور پر) ذکر کیا ہے۔ خدا ہمیں، تمام حجاج کرام کو اور پوری اُمتِ محمدیہ کو
روزمرہ زندگیوں میں فلاح وسعادت کی راہ پر چلائے۔ یہی مقصودِ دین، مدعائے عبادات اور
منشائے حج ہے۔ محض جسم اور زبان سے مناسک ہی ادا نہ ہوں بلکہ دلوں میں رُوحِ حج کا نور جگمگا
اُٹھے۔ آمین۔